اللہ تعالیٰ کی عزت، رفعت، غیرت برداشت نہیں کرتی کہ وہاں اپنے نور کو زبردستی ٹھونس دے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22/مارچ 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءًۗ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (النور: 40)

پھر فرمایا:

سورۃ النور کی اس آیت کے حوالے سے میں نے اس آیت کو اس سے مشابہ ایک دوسری آیت کی مدد سے حل کیا اور ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ خطبے کا وقت ختم ہو گیا۔ دوسری آیت جو اس آیت کے مضمون کے بالکل مشابہ ہے اور اس تفصیل کو بیان فرما رہی ہے جس کا مجملاً یہاں ذکر موجود ہے کہ ایک ایسا انسان جو سراب کی پیروی کرتا ہے اسے بالآخر کچھ بھی نہیں ملتا سوائے اس کے کہ اپنے اعمال کی جزا کو اس وقت پاتا ہے جب کہ اس کی طلب، اس کی پیاس کی شدت اپنی انتہاء کو پہنچ چکی ہوتی ہے اور سوائے محرومی کے اور سزا کے کچھ بھی اس کے حصے میں نہیں آتا۔ یہ روشنی کا اندھیرا ہے جس کا میں نے ذکر کیا تھا کہ اسے ہم روشنیوں کے اندھیرے کہہ سکتے ہیں یعنی ایسا سفر جو بظاہر روشنی میں ہو، سفر کرنے والا یہ سمجھتا ہو کہ روشنی ہے مگر فی الحقیقت وہ اندھیرا ہی ہو، نتیجہ وہی ہو جو اندھیرا پیدا کرتا ہے۔

پس ایک انسان جب کسی چیز کو پانی سمجھ کر اس کی پیروی کرتا ہے تو بظاہر دیکھ رہا ہے مگر جب اس مقصد کو پاتا ہے جسے وہ اپنا مطلوب بنا کر اس کے پیچھے چلتا ہے تو اس وقت اس کو سمجھ آتی ہے کہ وہ

دھوکہ ہی تھا۔اسی لئے قرآن کریم نے آخر پر یہ رکھا۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ کہ دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، محض دھوکے کی پیروی ہے۔ پس روشنی کا دھوکہ سب سے خطرناک دھوکہ ہے اور اس کی بھی تین منازل ہیں یا تین اس کی قسمیں ہیں جس طرح دوسرے اندھیرے کی جو بعد کی آیت میں بیان ہوا ہے تین قسمیں بیان فرمائی گئی ہیں اور اس اندھیرے میں بھی نتیجہ وہی نکلتا ہے جو ظلمات کے اندر چلنے والے کا حاصل ہے یعنی ٹھوکریں کھانا، رستے سے ہٹ جانا، تباہی کے گڑھے میں جا پڑنا، ہر قسم کے خطرات درپیش ہوں لیکن معلوم نہ ہو کہ وہ خطرات ہیں کیا۔ یہی نتیجہ ہے روشنی کے اس سفر کا جو غرور کے نتیجے میں ہو، دھوکے کے نتیجے میں ہو اور یہ اندھیرا ایسا ہے جو نفس سے پیدا ہوتا ہے۔ یہی مضمون تھا جو میں نے آپ کو پچھلی دفعہ سمجھایا کہ ان تمام قسم کے اندھیروں کا جن کا اس آیت میں ذکر موجود ہے من شرور انفسنا سے تعلق ہے۔ تب ہی خدا نے ہمیں یہ دعا سکھائی کہ اے خدا ہمیں اپنے نفس کے شرور سے بچا کیونکہ اپنے نفس کا شر انسان کو دکھائی نہیں دیتا۔ سب سے زیادہ مخفی حملہ کرنے والا شیطان نفس کا شیطان ہے اور یہی شیطان غرور بھی کہلاتا ہے یعنی سب سے بڑا دھوکے باز اور اس کے پیدا کردہ اندھیروں کو خدا تعالیٰ نے غرور فرمایا یعنی دھوکے محض دھوکے، اس کے سوا ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

اب اس دوسری آیت کے حوالے سے جیسا کہ میں نے بیان کیا یہ مضمون کھل رہا ہے اور دوبارہ اب میں اسی مضمون کو پھر لیتا ہوں کیوں کہ لعب اور لہو کا ایک ترجمہ تو میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیا اور کچھ اس پر روشنی ڈالی مگر اسی آیت پر قرآن کریم دوسری جگہ مزید روشنی ڈالتا ہے۔ لعب اور لہو کا دھوکہ کیا ہے۔ یہ کن کن منازل سے گزر کر کہاں تک پہنچاتے ہیں۔ پس ظلمات ثلاث ان اندھیروں کے اندر بھی تہہ بہ تہہ موجود ہیں۔ کہنے کو تو تین اندھیرے ہیں مگر آگے ان کی قسمیں اور پھر ہر قسم کے اندھیرے میں تہہ بہ تہہ اندھیروں کا وجود ملتا ہے اور قرآن کریم ان کے اوپر سے پردے اٹھاتا اور ایک ایک چیز کھول کر دکھا دیتا ہے تا کہ پھر ٹھوکر کھانے والے کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے کہ میں نے لاعلمی میں ٹھوکر کھائی۔ پس اندھیروں کو بھی خدا دکھا رہا ہے یہ دیکھو یہ اندھیرے ہیں ان سے بچ کر گزرنا ہے۔

لعب اور لہو، کھیل اور تماشہ بظاہر دیکھنے میں معصوم سی باتیں دکھائی دیتی ہیں۔ بچے بھی کھیلتے ہیں، بڑے بھی کھیلتے ہیں اور تماشے بھی دیکھتے ہیں بسا اوقات ایسے تماشے انبیاءؑ بھی دیکھ لیتے ہیں اور

تماشہ اپنی ذات میں کوئی بری بات نہیں ہے۔کھیل اپنی ذات میں کوئی بری چیز نہیں، انبیاءؑ بھی کھیل کود میں حصہ لیتے ہیں۔سوال صرف یہ ہے کہ یہ پہلی منزل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے دائرے کے اندر رہنے والی منزل ہے۔اندھیرا تب بنتا ہے جب اس رضا کی منزل سے انسان اگلی منزل میں قدم رکھتا ہے اور لعب بھی اور لہو بھی یہ دونوں انسان کو بعض دفعہ انتہائی گناہ میں مبتلا کر دیتے ہیں، ایسے گناہ جسے خدا تعالیٰ شرک قرار دیتا ہے جو ظلم کی انتہائی صورت ہے یعنی اندھیروں کی آخری شکل شرک ہے اور قرآن کریم سے ثابت ہے کہ یہ دونوں باتیں انسان کو اس آخری شکل تک بھی پہنچا دیتی ہیں اور انسان سمجھتا ہے کہ میں تو معمولی کھیل کود اور تماشوں میں مصروف ہوں اس میں کون سا گناہ ہے مگر جب یہ دونوں باتیں خدا کی رضا سے باہر قدم رکھتی ہیں تو پھر ایسے ظلمات میں تبدیل ہو جاتی ہیں جن کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔بالآخر انسان کی کامل ہلاکت تک اسے پہنچا دیتی ہے۔اس تعلق میں جو آیات میں نے سامنے رکھی ہیں ان کو ایک ایک کر کے آپ کے سامنے رکھنے سے پہلے میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ لعب اور لہو روزمرّہ کی عام زندگی میں بھی گناہ کی شکل اختیار کرنے لگتی ہیں اور اکثر ہمیں دکھائی نہیں دیتا اور لازم ہے کہ آپ اپنے ماحول پر یہ نظر رکھیں کہ لعب کو اپنی حدود کے اندر رکھیں، لہو کو اپنی حدود کے اندر رکھیں اور اپنی اولاد کو ان حدود سے تجاوز نہ کرنے دیں۔اس سے پہلے جو عبادات کے سلسلے میں میں نے خطبے دیئے تھے ان میں یہ بات کھولی تھی کہ مثلاً ایک انسان معصومانہ کھیل میں مصروف ہے، بچے ہیں وہ مصروف ہیں، بڑے ہیں وہ کوئی کھیل دیکھ رہے ہیں مثلاً کرکٹ کا کھیل جو گزرا ہے اور اسی قسم کے ٹینس کا زمانہ آتا ہے تو ٹینس میں مصروف ہو جاتے ہیں Boxings ہو رہی ہیں تو باکسنگ کے تماشے دیکھے جاتے ہیں۔وہ لوگ جو کھیل نہیں سکتے وہ کھیلتا دیکھ تو لیتے ہیں اور یہ ان کی کھیل ہے۔مگر ادھر عین اس وقت جب کہ کوئی میچ اپنے انتہا کو پہنچا ہوا ہے اس وقت اذان کی آواز آتی ہے نماز کے لئے بلایا جاتا ہے کتنے ہیں جو اس معصوم کھیل میں مصروف رہنے کی وجہ سے نماز کا حق ادا کرنے کو فوقیت دیتے ہیں۔کتنے ہیں جو بلاتردد اس ٹیلی ویژن کو بند کر دیں گے یا اس ریڈیو کو ختم کر دیں گے یا چھوٹے بچوں کو یا بیویوں کو جنہوں نے مسجد میں نہیں جانا ان کو بیٹھا چھوڑ کر مسجد کا رخ کریں گے۔وہ جو ایسا کرتے ہیں ان کے کنارے محفوظ ہیں، ان کی سرحدوں پر پہرے بیٹھے ہوئے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی سرحدیں اللہ کے فضل سے محفوظ ہیں اور ہمیشہ محفوظ رہیں گی۔لیکن وہ لوگ جو ان مصروفیتوں کے

وقت ان فرائض کا خیال نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کی عبادت اور دیگر فرائض کو ان مشاغل پر قربان کر دیتے ہیں خواہ وہ کھیل ہو یا لہو ہو یعنی تماشہ، تو ایسے لوگوں کے لئے خطرہ درپیش ہے اور ان کے قدم پھر آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور مزید اور بھی زیادہ سفر اندھیروں میں جا کر کلیۃً ہدایت کے رستے سے عاری ہو جاتا ہے۔ اس مضمون میں جو قرآن کریم کی آیات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں بہت سی ہیں مثلاً ان میں سے دو فرما رہی ہیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝ (المائدۃ: 58، 59)

وہی مضمون جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے اس کو زیادہ تفصیل کے ساتھ یہاں بیان فرمایا گیا۔ فرمایا ہے کہ یاد رکھو ایسے لوگ بھی ہیں جو جب کھیل کود میں مصروف ہوں یا لہو میں مبتلا ہو جائیں تو پھر اپنے معصوم دائروں میں نہیں رہتے بلکہ آگے قدم بڑھا کر دین سے بھی ایسا ہی سلوک کرنے لگتے ہیں اور دین کو بھی کھیل کود بنا لیتے ہیں۔ جس طرح کھیل کود پر تبصرے ہوں تو کسی انسان کو گناہ کا احساس نہیں ہوتا۔ کیا فرق پڑتا ہے کوئی کسی ایک کھلاڑی کے خلاف بات کر دے یا دوسرے کے خلاف بات کر دے۔ مگر جب کھیل کود کے دائرے پھلانگ کر یہ لوگ مذہب کے دائرے میں داخل ہو کر خدا کے برگزیدہ لوگوں پر زبانیں کھولتے ہیں، ان پر تبصرے شروع کر دیتے ہیں، اپنی مجالس میں ان تبصروں کا نشانہ دین والوں کو بناتے اور ان کے دین کو بنا دیتے ہیں تو پہلی ہدایت یہ دی ہے کہ یہ ظالم لوگ ہیں ان سے بچ کے رہو، ان کی سوسائٹی سے قطع تعلق کرو اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو بالآخر تم انہی جیسے ہو جاؤ گے۔

پس جہاں ایسے لوگ مخاطب ہیں جو بالعموم اپنے روزمرّہ کے مشاغل میں کھیل کود اور لہو کو اپنی حدود میں رکھتے ہیں ان کو متنبہ فرمایا گیا ہے کہ یہ مقام محفوظ نہیں ہے اگر تم ان لوگوں میں اٹھتے بیٹھتے ہو جو یہاں رعایت نہیں کرتے یعنی یہ خیال نہیں کرتے کہ کن لوگوں کی باتیں ہو رہی ہیں کس مضمون کی بات ہو رہی ہے اور ادب کی رعایت سے نکل کر پھر وہ گستاخی کی حدود میں

داخل ہو جاتے ہیں لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ایسے لوگ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو کتاب دی گئی ہے۔ مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے وَالْكُفَّارَ اور دوسرے بھی ہیں ان کو اولیاء نہ بناؤ۔ ان کو اپنا دوست نہ ٹھہراؤ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو تو پھر اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور بچ کے رہو۔ ان کی نشانی کیا ہے۔ کون لوگ ہیں جو مذاق کا نشانہ بناتے ہیں۔ جب ایسے لوگ جو عبادت کو فوقیت دیتے اور ترجیح دیتے ہیں، دنیا کے مشاغل چھوڑ کر عبادت کے لئے اٹھتے ہیں تو اس وقت اس سے برداشت نہیں ہوتا ان کی باتوں سے خود ان کے سینے کا گند فوراً اچھل پڑتا ہے۔ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا جب تم خود بھی نماز کے لئے اٹھتے ہو اور لوگوں کو بھی بلاتے ہو، کہتے ہو اٹھو جی اب نماز کا وقت آ گیا چلو چلیں تو کچھ ایسے ہیں جو اسی مجلس میں بیٹھے رہیں گے اور اس وقت مذاق کے رنگ میں بات کریں گے کہ یہ بڑا عبادت گزار آ گیا ہے، اس کو زیادہ خدا کو راضی کرنے کا شوق ہے۔ یہ چھپے ہوئے کافر ہیں اگر ظاہر نہ بھی ہوں اور اس کے بعد تمہارے لئے جائز نہیں کہ ان کو اولیاء بناؤ اور ان کو ہم نشین بناؤ۔ ان کی مجلسوں میں بیٹھنا ترک کر دو اور ان سے تعلقات کاٹ لو ورنہ دوسری جگہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ بالآخر تم انہی جیسے ہو جاؤ گے اور پھر رفتہ رفتہ تم میں اور ان میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا۔

دوسری آیت جو اس مضمون پر ایک اور پہلو سے روشنی ڈالتی ہے فرماتی ہے۔ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (الانعام:71)۔ یہاں اس آیت میں اور اُس آیت میں فرق یہ ہے کہ یہاں یہ فرمایا گیا تھا کہ تمہارے دین کو وہ مذاق بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ بیماریاں آگے بڑھنے والی ہیں۔ یہ ایک جگہ رکا نہیں کرتیں۔ جو لوگ تمہارے دین کو تماشہ بناتے ہیں اور اس پر تمسخر سے کام لیتے ہیں ایسے لوگوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ پھر اپنے دین کو بھی کھیل تماشہ ہی بنا لیتے ہیں اور خود اپنے دین کی بھی کوئی عزت ان کے دلوں میں باقی نہیں رہتی، کوئی احترام باقی نہیں رہتا۔ فرمایا وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ محض اس وجہ سے تم نے ان سے بے تعلقی نہیں کرنی کہ تمہارے دین کو ناجائز تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں اور تماشے کے طور پر اس کو Treat کرتے ہیں اس سے معاملہ کرتے ہیں۔ فرمایا دین کا معاملہ تو خدا سے تعلق رکھتا ہے اس لئے

کوئی انتقامی کارروائی نہیں اگر یہ لوگ اپنے دین کو بھی اسی طرح لیں اور لعب اور لہو سے کام لیں اور دین کو کھیل کود ہی سمجھیں۔ ذَرِ الَّذِيْنَ ایسے لوگوں کو چھوڑ دو۔ دیکھیں کیسی کامل تعلیم ہے قرآن کریم کی۔ ہر معاملے کو وضاحت سے پیش کر رہی ہے۔ اب اندھیروں کا مضمون بھی اتنی روشنی سے دکھاتی ہے کہ ہر اندھیرا اپنے اپنے مقام پر ٹھہرا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اس کی حد بندی کرتی ہے مختلف قسم کے اندھیروں کی تفصیل بیان فرماتی ہے کچھ بھی انسان پر اندھیرا نہیں رہنے دیتی۔ وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور ان کو اپنے دین سے مذاق کرنا اور دین کو تخفیف سے دیکھنا، اپنے دین کا تخفیف سے ذکر کرنا اس مرتبے تک پہنچا دیتا ہے۔ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا کہ دنیا کی زندگی ان کو دھوکے میں مبتلا کرتی ہے۔

پس وہ غرور جس کا ذکر پہلے گزرا ہے کہ انسان پیروی تو کرتا ہے پانی دیکھ کر لیکن دھوکے کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا پانی کی بجائے وہاں سراب ملتا ہے۔ فرمایا یہی لوگ ہیں جو اس مرتبے کو پھر پہنچتے ہیں۔ ان کو اپنے دین سے مذاق بھی راس نہیں آتا اور رفتہ رفتہ ان کو دنیا کی زندگی دھوکے میں مبتلا کر دیتی ہے یعنی دین سے جہاں حقیقت میں انسانی روح کی سیرابی اور شادابی کا سامان ہے اس سے نظریں پھر جاتی ہیں وہاں ان کو سراب دکھائی دیتا ہے اور جہاں سراب ہے الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا میں، وہاں وہ پانی دیکھتے ہیں اور اسی کا نام غرور ہے، اس کو دھوکہ کہتے ہیں۔ فرمایا اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی جان جو کچھ بھی اس نے کمایا ہے اس کے ذریعہ ہلاکت میں مبتلا ہو جائے ، تباہ و برباد ہو جائے اس کا کچھ بھی باقی نہ رہے اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ یہ بہت ہی اہم بات ہے ایسے لوگ پھر دنیا میں جو بھی کماتے ہیں نیکیاں بھی دکھائی دیں ان کی، تو وہ فائدہ نہیں پہنچاتیں کیوں، غرض دنیا ہے اور دنیا کا پلڑا دین پر بھاری ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ دین سرکنے لگتا ہے اور دنیا غالب آتی جاتی ہے۔ پھر ان کا جو کچھ بھی کمایا ہے وہ ان کے کچھ کام نہیں آتا سوائے اس کے کہ ان کو ہلاک کر دے۔ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ہر ایسی جان کو یہ تنبیہ ہے کہ اللہ کے سوا اس کا درحقیقت کوئی بھی ولی یا شفیع نہیں۔ کوئی نہیں ہے جو اس کے ساتھ دوستی کرے اور اس کی دوستی اس کو فائدہ پہنچائے۔ کوئی نہیں جس کی شفاعت اس کے حق میں کام آجائے مگر اللہ ہی شفیع ہے۔ یہاں اللہ کے شفیع ہونے کا کیا

معنی ہے۔ شفیع تو دوسرے کی شفاعت کرتا ہے، دوسرے کے پاس شفاعت کرتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ **شفیع المذنبین** ہیں، وہ گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ مگر قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ کوئی بھی اپنی ذات میں شفاعت کا حق نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ اللہ اسے شفاعت کا حق عطا کرے۔ پس یہاں شفیع سے مراد یہ ہے کہ شفاعت بھی خدا کی مرضی کے بغیر کسی کو نصیب نہیں ہوسکتی۔ وہی اصل شفیع ہے یعنی شفاعت کو سننے والا اور شفاعت کو قبول کرنے والا۔ پس ایسا شخص جو دنیا کی زندگی کے پیچھے لگ جائے اس کا سفر آغاز میں بظاہر معمولی دلچسپیوں کا سفر ہوتا ہے، ایسی دلچسپیوں کا سفر جو انسانی فطرت سے تعلق رکھتی ہیں اور مذہب ان میں دخل نہیں دیتا اور مذہب انہیں جائز قرار دیتا ہے لیکن جب وہ آگے بڑھتے ہیں تو یہ سفر پھر اندھیروں کے بعد دوسرے اندھیروں میں مبتلا ہونے لگتا ہے۔

اب دیکھ لیں پہلی قسم کا اندھیرا یہ ہے کہ دوسرے کے دین کو مذاق کا نشانہ بناتے ہیں اور اس ضمن میں مسلمانوں کے لئے بہت بڑی تنبیہ ہے۔ جب دوسرے کے دین کی بات بھی کرتے ہیں تو یہ احترام ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ابتداءً وہ بھی خدا کا کلام تھا اور پوری وضاحت کے ساتھ جو خدا کا کلام ہے اس کو الگ کر کے اگر تنقید کا نشانہ بنانا ہے تو دوسرے حصے کو جو انسانوں نے داخل کر دیا اس پر بے شک تنقید کرو مگر کلام اللہ پر تنقید کے قریب تک نہ پھٹکو اور کوشش کرو کہ دوسرے ادیان کی جو غلط تشریحات ان ادیان کے پیروکار خود کرتے ہیں وہ بے چارے خود اندھیروں میں مبتلا ہیں ان پر ان کے اپنے مذہب کو روشن کرو اور بتاؤ کہ اس تمہارے مذہب میں کیا کیا خوبیاں ہیں تم غلط سمجھ رہے ہو یہ توحید کا علم بردار ہے۔ چنانچہ اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ویدوں کی بھی تعریف فرمائی جن میں سے اکثریت انسان کی خرد برد کے نتیجے میں بالکل محفوظ نہیں رہی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیغام صلح میں ویدوں کے متعلق بہت ہی عمدہ خیالات کا اظہار فرمایا ان معنوں میں کہ آغاز میں خدا ہی کی طرف سے یہ نازل ہوئی تھیں، بندوں نے ان میں دخل اندازی کر کے ان کا حلیہ بگاڑ دیا مگر آج بھی اگر آپ غور کریں تو اللہ تعالیٰ کے کلام کا نور ان میں دکھائی دیتا ہے اور خدا کا نور کلیۃً بجھ نہیں سکتا، کلیۃً مٹایا نہیں جا سکتا۔ انسان کے اندھیرے وقتی طور پر اس پر پردے ڈالتے ہیں مگر ایک انسان فراست کی نظر سے اگر اس نور کی تلاش کرے تو کوئی بھی الٰہی کتب

ایسی نہیں ہیں جن میں خدا کے نور کی اصلی شان جگہ جگہ جھلکتی ہوئی دکھائی نہ دے۔ پس اس پہلو سے فرمایا کہ اگر تم محض تمسخر کی خاطر بدتمیزی کے لئے دوسروں کے مذاہب پر زبانیں کھولو گے جیسا کہ بعض لوگ تمہارے مذہب پر زبانیں دراز کرتے ہیں تو انجام کیا ہوگا؟ جو ان کا انجام ہے وہی تمہارا بھی ہوگا۔ تم پھر خود اپنے دین کے معاملے میں بھی گستاخ ہو جاؤ گے۔ بدتمیز اور بے ادب بن جاؤ گے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے، ایسی گہری نفسیاتی حقیقت ہے کہ اگر اس پر آپ غور کریں تو انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کوئی بھی زبانیں کھولنے والے ٹولے جو آپ کے ذہن میں آئیں یا فرد کوئی آپ کے ذہن میں ہو اس کی تاریخ کا جائزہ لیں کس طرح اس کی زبان آغاز میں پہلے دوسروں پر کھلتی تھی پھر رفتہ رفتہ قریب آنے لگی خود اپنے دین کے متعلق وہ بدتمیز ہوا اور پھر وہ مجلسیں بن گئیں جن کا ذکر ہے کہ وہ اکٹھے بیٹھتے ہیں لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں پھر اپنے دین پر بدتمیزی کی باتیں شروع کر دیں یہاں تک کہ خود اپنے مفاد کے خلاف پھر ان کی زبانیں چلنے لگتی ہیں۔ چنانچہ ذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ یہ بہت ہی اہم مضمون ہے۔ ذَكِّرْ بِهٖٓ اس کو خوب کھول کھول کر بیان کر۔ اس کو بار بار نصیحت کے طور پر بیان کر مبادا کوئی جان جو کچھ اس نے کمایا ہے اس کے ذریعے اور اس کے باوجود ہلاک نہ ہو جائے۔ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا کہ ایسی جان جو تمسخر اور مذاق کر کے دین کے معاملوں کو کھیل تماشہ بنا کر ہر اس نتیجے سے محروم رہ جاتی ہے جو اس کی کمائی کا نتیجہ ہے اور سوائے ہلاکت کے اس کی دنیا کی محنت اسے کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچاتی اس کے متعلق فرمایا کہ پھر وہ وقت آ جائے گا کہ اگر وہ ہر قسم کا بدلہ جو بھی دے سکتی ہے اپنی جان کو عذاب سے بچانے کے لئے وہ بھی دے دے گی تو بھی لَا يُؤْخَذْ مِنْهَا اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس میں دو روکیں ہیں اول تو بدلہ دینے کی توفیق ہی کوئی نہیں کیونکہ قیامت کے دن تو انسان بے مالک ہو کر جائے گا۔ کوئی بھی اس کی ملکیت نہیں ہوگی۔ وہ بدلہ کس چیز سے دے گا۔ تو یہ ایک نظریاتی دلیل ہوا کرتی ہے جس کا معنی صرف یہ ہے امکانی دلیل ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ واقعۃً کچھ لوگ یا کچھ جانیں قیامت کے دن سونوں کے پہاڑ لے کر خدا کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے کہ یہ قبول کر لے اور ہماری جان چھٹ جائے۔ فرمایا اگر ایسا ہو کہ دنیا جہاں کی دولتیں بھی پیش کر دیں تب بھی ایسے لوگوں کا کوئی بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ وہ جان کسی بدلے کو دے کر اپنا پیچھا نہیں چھڑا سکتی۔

دوسرا اس میں مومنوں کے لئے یہ اشارہ ہے کہ اس دنیا میں تمہیں پتا ہے کہ تم سے بدلے قبول کئے جاتے ہیں صدقے قبول کئے جاتے ہیں نیکی کے کاموں پہ خرچ کرتے ہو وہ تمہارے گناہوں کی بخشش کا موجب بن جاتے ہیں تو اب جبکہ وقت ہے تو تم کرو۔ کیوں کہ تمہارا آج کا خرچ تمہاری آج کی مالی قربانی قیامت کے دن وہ بدلہ بنے گی جو دوسروں کے کام نہیں آسکتا مگر تمہارے کام آئے گا۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اُبۡسِلُوۡا بِمَا کَسَبُوۡا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ ہلاکت میں ڈال دیئے جائیں گے۔ بِمَا کَسَبُوۡا اس وجہ سے جوانہوں نے کمایا لَہُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِیۡمٌۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ (الانعام: 71) ان کے لئے کھولتا ہوا پانی ہے۔ اب پیاس بجھانے کے لئے جو سراب کا نقشہ ہے وہ اور یہ اس پہلو سے ملتے جلتے ہیں کہ کھولتا پانی بھی کسی کی پیاس نہیں بجھا سکتا بلکہ اس کی پیاس کو اور بھڑکا دیتا ہے، اس کے لئے اور بھی درد کا موجب بن جاتا ہے۔ جس طرح سمندر کا پانی کسی کی پیاس کو بجھا نہیں سکتا بلکہ اس کو اور بھی کھولا دیتا ہے فرمایا شَرَابٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ پیاس بجھانے کی بجائے ان کے لئے یہ چیز دردناک عذاب کا موجب بنے گی۔ بِمَا کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ اس وجہ سے کہ وہ جو دنیا میں کام کیا کرتے تھے بسبب اس کے جو وہ انکار کیا کرتے تھے۔

اب ایک جگہ جب ہمیں ہدایت فرمائی ہے کہ ان لوگوں کو چھوڑ دو، ان کی مجلسوں میں نہ بیٹھو کیوں کہ یہ ظلماتی لوگ ہیں، یہ تمہیں بھی روشنی سے ظلمت کی طرف کھینچ کر لے جائیں گے تو پیچھے پھر باقی کیا رہ جاتا ہے۔ کن لوگوں میں گزارہ کرنا ہے اور کن لوگوں میں اپنا دل بہر حال لگانا ہے اس کے سوا چارہ کوئی نہیں ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ وَ لَا تَعۡدُ عَیۡنٰکَ عَنۡہُمۡ ۚ (الکہف: 29)۔ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ ان لوگوں کے ساتھ اپنا دل لگا لے اور اسی پر صبر کر یعنی اپنی تمام کائنات کو ان لوگوں کی حد تک سمیٹ لے یعنی دلچسپیوں کی ساری کائنات کو جو لوگ خدا کو پکارتے ہیں صبح کے وقت بھی اور رات کے وقت بھی یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ اور اسی کی رضا چاہتے ہیں، اسی کا چہرہ مانگتے ہیں۔ وَجۡہَہٗ سے مراد ہے چہرہ یعنی توجہ اور رضا دونوں باتوں کے لئے وجہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

تو فرمایا جب کچھ لوگوں کو چھوڑو گے تو پھر کن لوگوں میں تمہاری دلچسپیاں محدود ہونی چاہئیں، کن میں تمہارا اٹھنا بیٹھنا ہونا چاہئے۔ ان لوگوں میں جن کی اپنی توجہ کا مرکز خدا کی ذات ہے اوران کی ساری رضا، ان کی ساری دلچسپیاں اللہ کی ''وجہ'' میں ہیں۔ یعنی یہ مراد نہیں ہے کہ یہ لوگ بور ہیں یا ان کے ساتھ زندگی جو ہے اس میں وہ اکتاہٹ والی اور بے لذت ہو جاتی ہے۔ فرمایا وہ لوگ جو دنیا کی لذات کی اندھا دھند پیروی نہیں کرتے، ان حدود میں رہتے ہیں جن حدود تک خدا تعالیٰ اجازت دیتا ہے ان کو بھی لذّتیں ملتی ہیں بلکہ جیسا کہ میں نے پچھلے خطبے میں کھول کر بیان کیا تھا سراب کی پیروی کرنے والوں سے بہت زیادہ لذّتیں پاتے ہیں۔ مگر کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کو ان سے سوا بھی لذّتیں ملتی ہیں اور وہ لذّتیں ''وجہ اللّٰہ'' میں ہیں، اللہ کے چہرہ میں ہیں، اللہ کی توجہ میں ہیں، اللہ کی رضا میں ہیں۔ پس ایک طرف سے تو تم آنکھیں بند کرو گے تو اس کے مقابل پر کچھ اور چیز تمہیں میسر آنی چاہئے ورنہ ناممکن ہے کہ خدا کی خاطر انسان ایک مثبت چیز کو چھوڑ دے اور یہاں اندھیروں سے روشنی کے سفر کا طریقہ سمجھا دیا گیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ ان کو چھوڑ کر الگ ہو کر اپنے گھروں کے دروازے بند کر کے بیٹھ رہو۔ فرمایا ایک سوسائٹی سے دوسری سوسائٹی کی طرف منتقل ہو، تمہیں سہارا چاہئے۔ اور وہ سوسائٹی ایسی ہے جس سوسائٹی کا نقشہ کھینچتے وقت فرماتا ہے ان کی اللہ کی رضا پر آنکھ رہتی ہے اور جو رضائے باری تعالیٰ ہے اس میں بے انتہا لذّتیں ہیں اور اندھیرے سے روشنی کے سفر کا دوسرا نام یہی ہے کہ انسان خدا کی رضا سے محروم لوگوں سے جدائی اختیار کر کے اس جگہ سے ہجرت کرتے ہوئے ان لوگوں کی طرف ہجرت کرے جن لوگوں کو ہمیشہ صبح بھی اور شام کو بھی اللہ کی رضا مطلوب ہے۔ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ اور تیری آنکھیں ان سے ہٹ کر دوسری طرف نہ دیکھیں۔ یعنی صبر کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ تجھے کافی ہوں اور یہ نہ ہو کہ اچھوں کی صحبت میں کچھ دیر دل لگے بھی لیکن نظر یہ رہے کہ کب یہ صحبت ختم ہو تو ہم اس صحبت میں واپس لوٹ جائیں۔ یا ہمیشہ دل للچایا رہے کہ وہ بھی تو چیزیں ہیں ان کی طرف بھی تو جانا چاہئے کچھ ان میں سے بھی دیکھ لیا جائے۔ فرمایا یہ بس ہوں تمہارے لئے، یہ تمہاری کائنات بن جائیں، تمہارا سب کچھ یہی ہو جائیں اور تمہاری ساری لذّتیں اپنی تسکین ان لوگوں کی صحبت میں پالیں۔ چنانچہ فرمایا تیری دونوں آنکھیں ان سے ہٹ کر پرے دیکھنے کی کوشش ہی نہ کریں، خیال تک نہ ان کو آئے کہ اس سے پرے بھی کوئی دنیا بستی ہے اور

امر واقعہ یہ ہے کہ اگر کسی کو روشنی کا سلیقہ ہو اور واقعۃً روشنی کو روشنی سمجھ رہا ہو تو ارد گرد کے اندھیروں میں اس کی آنکھ وہ دیکھ ہی نہیں سکتی جو روشنی سے آشنا ہے۔ نظر ہی کچھ نہیں آتا تو وہ ہٹے گی کیسے۔ تو فرمایا اپنی نظر کو اتنا Tune کرلو روشنی کے ساتھ کہ روشنی ہی دکھائی دے اور ارد گرد دیکھنے کا موقع ہی پیدا نہ ہو۔ تمہاری ساری کائنات وہی ہو جو اللہ کے نور کی پیدا کردہ کائنات ہے اس کو دیکھو اور وہیں تک تمہاری سرحدیں ہوں۔ اس سے ارد گرد چونکہ اندھیرا ہے اس لئے آنکھیں وہاں سے ہٹ کر کسی اور چیز کی تلاش کر ہی نہیں سکتیں۔ اگر تو ایسا کرے گا تو فرمایا تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا تو تو اصل میں ابھی تک دنیا کی زینت کی تلاش میں ہی ہے اور اس مصیبت نے تیرا پیچھا نہیں ابھی تک چھوڑا۔ اگر تو ایسا کرے تو پھر تیرا حال یہ ہے ابھی بھی تجھے دنیا کی زینت ہی کی تلاش ہے۔ جس زینت کو اللہ تعالیٰ جھوٹ اور غرور کہہ چکا ہے، جس کو بے حقیقت اور بے معنی اور بے مقصد بتا چکا ہے۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (الکہف: 29) اور ہرگز اس کی پیروی نہ کر۔ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وہ بھی خلا میں نہیں رہ سکتا۔ جب ہماری یاد سے غافل ہوتا ہے تو کیا کرتا ہے وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرتا ہے، اپنی دلی آرزو کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا اور اس کا معاملہ حد سے بڑھا ہوا معاملہ ہوتا ہے یعنی ایسا معاملہ ہے کہ جو حدیں پھلانگ چکا ہے اور اب اس کا ایک انتہا سے دوسری انتہا کی طرف دائمی سفر ہے یعنی یہ مراد نہیں کہ ایک مقام پر کھڑا ہو گیا اور وہ آخری تجاوز کا مقام ہے۔ تجاوز سے مراد ایک سفر ہے جہاں ہر اگلی حالت پہلے سے زیادہ بے اعتدالی کی حالت ہوتی ہے۔ ہر اگلا اندھیرا پہلے سے زیادہ سخت اور ظالم اندھیرا ہوتا ہے۔ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا یہاں ضمیر خدا تعالیٰ نے اپنی طرف پھیری ہے کہ ہم اس کے دل کو اپنے ذکر سے غافل کر دیتے ہیں۔

دراصل یہ ایک جزا ہے جس کا ذکر کیا جا رہا ہے اور ایک ایسے انداز میں ذکر کیا جا رہا ہے جس سے خدا کی شان تمجید ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا مجد، اس کی عزت، اس کا وقار، اس کی بلندی۔ ہم جب کسی کو چاہتے ہیں اور وہ ہمیں نہیں چاہتا تو اس کے باوجود ہم اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور بسا اوقات انسان اپنی زندگی اسی طرح کے سراب کی پیروی میں بھی ضائع کر دیتا ہے۔ جو لذّت اس کو نصیب

ہونی ہی نہیں جو اس کے حصے کی چیز نہیں ہے اکثر اس کی پیروی میں لگا رہتا ہے یہ بھی ایک اندھیرا ہے۔ مگر جب نہیں بھی پاتا یا ردّ بھی کیا جاتا ہے تب بھی بسا اوقات وہ طلب مرتی ہی نہیں ہے یہ اس کے ادنیٰ مقام کا نشان ہے، یہ اس کے احتیاج کی علامت ہے۔ پس جو عشاق اپنے محبوب، اپنے مطلوب کو نہ پائیں اور پھر بھی اس کے پیچھے لگے رہیں اور اکثر دنیا کے عشاق کا یہی حال ہوتا ہے یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ان کا مقام دراصل ادنیٰ ہے۔ وہ اپنی ذات میں غنی نہیں ہیں، مستغنی نہیں ہیں اور وہ جس کی طلب ہے اگر وہ ان کو جواب میں پیار عطا نہ کرے تو ان کی زندگی محرومیوں کا شکار رہے گی۔ ایسی صورت میں وہ اپنے دل پر ان کی یاد کے خلاف کوئی پردہ نہیں ڈالتا بلکہ پردہ پڑنے بھی لگے تو اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے میں ساری عمر اسی کی پوجا کروں اسی کے پیچھے لگا رہوں کسی اور کا خیال تک میرے دل میں نہ آئے، ٹھوکریں لگتی ہیں تو ٹھوکریں لگتی رہیں مگر آخر دم تک میں اسی محبوب کا پجاری بنا رہوں۔ یہ انسانی فطرت ہے جو اسے اپنے لا حاصل عشق پر ثبات قدم عطا کرتی ہے۔ ایسا عشق جو لا حاصل ہے اس کا فائدہ کوئی نہیں پھر بھی اسے ثبات قدم ہے۔ یہ ثبات قدم خوبی کا ثبات قدم نہیں ہے۔ یہ استقلال ایسا نہیں جس کی تعریف کی جائے۔ یہ اس کی کمزوری کا مظہر ہے وہ بے چارہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں ایسا بے چارہ نہیں ہوں کہ تم مجھے نہ چاہو اور میں تمہارے بغیر نہ رہ سکوں بلکہ میں تو بے نیاز ہوں۔ حقیقت میں میں جو تمہارے دل میں آتا ہوں تو تمہاری ضرورت کے خیال سے۔ اگر تم نہ چاہو گے تو مجھے کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ تمہارے دل میں براجمان ہوں۔ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا ایسا شخص جو ہماری یاد کو پیار اور محبت سے نہیں دیکھتا یعنی جس طرح اُردو میں تو ہم کہتے ہیں ہماری بلا سے، خدا فرماتا ہے مجھے اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں پھر کہ میں اسے یاد رہوں یا نہ رہوں بلکہ ہم خود اپنی عزت اور اپنی شان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اس کے دل پر اپنی طرف سے پردے ڈال دیتے ہیں۔ اس کے مددگار بن جاتے ہیں ان چیزوں میں جو وہ خود اپنے لئے پسند کر بیٹھا ہے۔ تو وہ موقع ہی ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں جن موقعوں میں خدا کی یاد اس کو آ سکتی ہے اور جتنا انسان خدا کے مخالف سمت سفر اختیار کرتا ہے، جو اندھیروں کا سفر ہے، اتنا ہی خدا کی سمت میں اور پردے اترتے جاتے ہیں اور ہر پردہ اس کے اندھیروں کو زیادہ گہرا کر دیتا ہے۔ تو فرمایا کہ لَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ اس کے پیچھے نہ لگ جانا اس کی

پیروی نہ کرنا۔ یعنی اس کی تمنائیں، اس کی آرزوئیں، اس کی خواہشات، جب وہ تم میں بیٹھے گا تو بتائے گا کہ میں نے یہ یہ چیزیں حاصل کیں، اس طرح میں نے دنیا کمائی، اس طرح میں نے دوست کمائے، اس طرح عیش وعشرت میں زندگی بسر کرتا ہوں، یہ یہ چیزیں چاہتا ہوں، یہ جب سنو گے تو تمہارے دل میں ادنیٰ بھی حرص پیدا نہیں ہونی چاہئے۔ اس کا تم سے کیا تعلق جس کا خدا سے تعلق نہیں۔ اس کی پیروی نہیں کرنی سے مراد ہے اس کی تمناؤں کی پیروی نہیں کرنی، اس کے طرز زندگی کی پیروی نہیں کرنی۔ اس طرح بے نیاز ہو کر اس کو دیکھو جیسے خدا بے نیاز ہو کے اس کو دیکھتا ہے۔ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ اور پھر اپنے ''ھوٰی'' کی پیروی کرتا ہے۔ تم تو ہوا و ہوس کی پیروی کرنے والے نہیں ہو۔ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا اور اس کا معاملہ حد سے تجاوز کرنے لگ گیا ہے۔ جب تجاوز کرتا ہے تو پھر ایک اور مقام ایک تیسری منزل اندھیرے کی اس کے سامنے لے آتا ہے۔

فرماتا ہے اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى (طٰہٰ: 16) قیامت یقیناً آنے والی ہے اَكَادُ اُخْفِيْهَا قریب ہے کہ میں اسے ظاہر کر دوں۔ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ یہاں اُخْفِيْهَا کا جو مضمون ہے اس کے دونوں معنٰی ہیں مخفی رکھنا بھی اور ظاہر کرنا بھی۔ اس آیت کی تفسیر کا یہاں اس وقت موقع نہیں، باقی اس کے پہلوؤں پر اس وقت تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، اس تعلق میں اس کا یہی معنٰی ہوگا۔ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا بعید نہیں کہ میں اسے ظاہر کر دوں یا قریب ہے کہ میں اسے ظاہر کر دوں كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ہر نفس پر اس معاملے میں جس کی اُس کو جزا دی جائے گی جس کے لئے وہ کوشش کر رہا ہے۔ جزا کا تعلق لِتُجْزٰى سے ہے اور بِمَا تَسْعٰى کا مطلب ہے جس کی وہ کوشش کر رہا ہے۔ پس اس ترجمے کی تفصیل یوں بنے گی کہ قیامت تو بہر حال آنے والی ہے۔ تم لوگوں کو دکھائی نہیں دے رہی ایسا شخص جو دنیا کی پیروی کر رہا ہے، دنیا کے دھوکوں میں مبتلا ہے، اسے آئندہ کی زندگی کی طرف اپنے بڑھنے کا احساس تک نہیں لیکن ایک ایسی منزل ضرور آئے گی جہاں پچھلی دنیا دکھائی دینی بند ہو جائے گی اور اگلی دنیا دکھائی دینے لگے گی۔ وہ وقت ہوگا یعنی موت کا وقت جب وہ جانتا ہے کہ اس کا پچھلا سفر تو ختم ہوا اس کا کچھ بھی حاصل نہیں ہوا اگلا سفر اب قریب ہے۔ اسے سوائے آخرت کے پھر اور کوئی خیال نہیں آتا وہ کون سا وقت ہے۔ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى تا کہ جزا دی جائے ہر اس جان کو جس

نے کچھ دنیا میں کمایا ہے یا کچھ کوشش کی ہے۔

فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا پس وہ لوگ جو اس پر ایمان نہیں لاتے جب تک وہ اس آخری منزل تک نہیں پہنچتے اگر تم ان کے قریب رہو گے تو وہ تمہیں بھی اس سے ہٹا لیں گے تمہیں بھی اس راہ سے روک دیں گے۔ پھر عجیب بیان ہے ایک طرف یہ قطعی خبر ہے کہ ہر جان لازماً اس مقام تک پہنچائی جائے گی جہاں اس پر بعد کی زندگی روشن کر دی جائے گی اور پردے اٹھائے جا رہے ہوں گے۔ لیکن جن کو اس وقت دکھائی دے گا فرمایا وہ پہلے ایمان نہیں لاتے۔ اگر پہلے ایمان لاتے تو انہیں پہلے بھی دکھائی دیتا۔ ایسے لوگوں کے قریب نہ رہو، ایسے بے ایمانوں کے ساتھ دوستی نہ کرو جن کو آخرت پر یقین نہیں ہے۔ یقین تو ہوگا لیکن اس وقت ہوگا۔ جب ان کے لئے دیر ہو چکی ہوگی اور بے فائدہ ہو چکا ہوگا۔ جب موت کے چنگل میں مبتلا ہوں گے اس وقت وہ دیکھ لیں گے اور فرمایا ضرور ایسا وقت آنے والا ہے۔ مگر جب تک وہ نہیں دیکھتے وہ دوسروں کو اس راستے سے روکتے ہیں۔ فرمایا تجھے ایسے لوگوں کا تعلق روک نہ دے۔ مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى (طٰہٰ: 17) وہ اپنی ہوا کی پیروی کرنے والے لوگ ہیں وہ رضائے باری تعالیٰ کی پیروی نہیں کرتے۔ پس اگر تو ایسے لوگوں سے دوستی رکھ کر ان کے پیچھے لگے گا تو تو بھی ہلاک ہو جائے گا۔ فَتَرْدٰى لازماً تو ہلاک ہوگا اور ہلاکت کی آخری شکل کیا ہے۔ فرماتا ہے اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا (الفرقان: 44)۔ کیا تو نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کی ظلمت پھر بالآخر کتنی گہری ہو جاتی ہے۔ پہلے وہ اپنی ”ھـــوىٰ“ کے پیچھے چلتے ہیں پھر اپنی خواہش کو معبود بنا لیتے ہیں۔ پہلے اس کی پیروی کرتے ہیں اس کو حاصل کرنے کے لئے۔ پھر جس کو وہ حاصل کرنے کی پیروی کرتے ہیں وہ چیز ان پر سوار ہو جاتی ہے ان پر قبضہ کر لیتی ہے اور یہ لوگ اپنی خواہش کے غلام بن جاتے ہیں اور جب خواہش کا غلام ہوں تو اس کی عبادت کرنے لگتے ہیں اور یہ وہ مضمون ہے جو ایک گہری انسانی فطرت پر روشنی ڈال رہا ہے جس سے تمام دنیا کے مذاہب کا تعلق ہے۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ بے خدا کوئی انسان رہ نہیں سکتا۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص خدا کے بغیر رہ سکے کیونکہ خدا کی طلب اس کی فطرت میں مرتسم فرما دی گئی ہے۔ قول بَلٰى سے ہر روح نے یہ اقرار کیا ہے کہ ہاں ہمارا ایک ربّ ہونا چاہئے اور ہے، کیوں نہیں ہے۔ پس وہ لوگ جو حقیقی ربّ سے تعلق توڑتے ہیں یہ وہم ہے کہ وہ بے خدا رہتے ہیں۔ فرمایا ان پر ان کی خواہشات اس طرح غالب آجاتی

ہیں جیسا مومن بندوں پر خدا کا تصور غالب آتا ہے اور اندھادھند ان خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ جرائم میں بڑھتے چلے جاتے ہیں کیونکہ خواہش کا شیطان ان کو کسی برے رستے سے روکتا نہیں بلکہ برے رستوں کی طرف بلاتا اور اکساتا ہے اور آگے بڑھاتا چلا جاتا ہے لیکن عبادت کے بغیر وہ نہیں رہتے۔ پس دنیا ان کی عبادت کی جگہ بن جاتی ہے۔ دنیا کی پیروی ان کی عبادت ہو جاتی ہے اور دنیا ان کا معبود بن جاتی ہے۔ اب جتنی بھی قومیں خدا سے ہٹی ہیں ان کو دیکھ لیں دنیا ان کا معبود ہے، سب کچھ دنیا ہے اور اتنے انہماک سے ان کی پیروی کرتے ہیں کہ وقتی طور پر خدا ہی کے قانون کے تابع اس معبود باطل کی پرستش کے نتیجے میں کچھ نہ کچھ اپنے مقاصد کو حاصل بھی کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے جو فرمایا:

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ۭ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ (الکہف: 103 تا 105)

یہ جو آخری ٹکڑا ہے اس آیت کا یہ ہے جس کا اس آیت سے جو زیر نظر ہے اس سے گہرا تعلق ہے۔ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا جب دنیا ان کی معبود ہو جائے تو ان کی تمام تر کوششیں اس معبود کی عبادت میں خرچ ہوتی ہیں اور کچھ حاصل بھی کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ دنیا ان کو ضرور حاصل ہونے لگتی ہے اور اسی دھوکے کی زندگی میں، اسی روشنی میں جس کو میں قرآن کی تعریف میں اندھیرا کہہ رہا ہوں اس میں وہ دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم نے تو بہت کچھ حاصل کر لیا ہم تو صنعتوں پر غالب آ گئے ہیں ہمارے جیسا کاریگر تو دنیا میں کبھی پیدا نہیں ہوا اور صنعتوں کی وجہ سے ہم دنیا پر غالب آئیں گے اور دنیا کو نیچا دکھا دیں گے یہ مضمون ہے جو اس پیروی سے وابستہ ہے۔ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق فرمایا گھاٹا کھانے والے تو ہیں مگر آخرت میں گھاٹا کھانے والے ہیں۔ دنیا کی زندگی تو ان کو ملے گی مگر یہ دنیا کا معبود آخرت میں ان کے کام نہیں آئے گا۔ اس معبود کو وہ پیچھے چھوڑ کر آگے جائیں گے۔ نہ ان کا ولی ہو سکے گا، نہ ان کا شفیع ہو سکے گا۔

تو ’’ھـوٰی‘‘ جو ہے یہ دیکھنے میں تو ایک دل کی تمنا تھی اور انسان کہتا ہے کہ کیا حرج ہے کہ انسان اپنی خواہش کو پورا کر لے۔ خدا ہی نے تو فطرت میں پیدا کیا ہے اور کئی لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں۔ کہتے ہیں عجیب ہے اللہ تعالیٰ، ایک طرف دل میں طلب رکھ دی ہے کہ یہ بھی لو، وہ بھی لو، یہ بھی مزہ کرو اور جنسی طلب بھی ہے، مال و دولت کی بھی طلب ہے اور فخر و مباہات کی بھی طلب ہے اور دوسری طرف رستے بند کر دیئے ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مجھے لکھا وہ اپنی طرف سے نفسیات کے ماہر تھے انہوں نے لکھا یہ تو نفسیات کے خلاف بات ہے۔ کیا آپ کا مطلب ہے کہ ہر انسان مریض بن جائے۔ میں نے کہا آپ کا سوال جو ہے یہاں نہیں ٹھہر رہا آگے بھی چلتا ہے۔ آپ جب کسی سٹور میں جاتے ہیں وہاں آپ کو اچھی پیاری پیاری چیزیں ملتی ہیں کیا آپ کے دل میں آرزو نہیں ہوتی کہ اس کو اٹھا لیں۔ اٹھاتے کیوں نہیں؟ کیوں نفسیاتی مریض نہیں بن جاتے؟ کوئی خوب صورت لڑکی دکھائی دیتی ہے دل چاہتا ہے کہ اپنے خاوند کے ساتھ نہ ہو میرے ساتھ چلے کیا کبھی آپ نے جھپٹ کے اس کو کھینچ کر اپنے خاوند سے الگ کیا ہے؟ کسی خوب صورت کوٹھی، کسی محل کو دیکھتے ہیں آپ کا طبعی دل بتائیں چاہتا ہے کہ نہیں؟ کیا فطرت کی یہ آواز اٹھتی ہے کہ نہیں کہ ہاں کاش یہ میرا ہوتا؟ تو پھر دندناتے ہوئے چلے جائیں کیوں اپنی خواہش کو دباتے ہیں؟ نفسیاتی مریض کیوں نہیں بن گئے؟ محض جہالت ہے۔ نفسیات کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں ماہرین نفسیات نے بڑے بڑے بے ہودہ اور پاگلوں والے نتیجے نکالے ہیں اور اسی کے نتیجے میں آج کل کے اس تعلیمی ماحول پر بہت ہی بد اثر پیدا ہوا ہے۔ جہاں نیکی کے معاملات ہوں، جہاں خدا کی حدود کی باتیں ہوں وہاں سکول کے بچوں کو کہتے ہیں ’’ہیں ہیں‘‘ تمہیں کیوں روکتے ہیں ماں باپ۔ ان کا کیا حق ہے۔ تمہاری فطرت کی آواز ہے جاؤ بدمعاشیاں کرو، آوارگی کرو، جو چاہو کرو، کوئی تمہیں روکنے والا نہیں۔ جب دنیا کے قوانین کو توڑتے ہیں تو وہاں ان کی پکڑ کے ہاتھ سخت ہو جاتے ہیں۔ محض ایک منافقت ہے، ایک دھوکہ ہے اور **متاع الغرور** میں منافقت کی زندگی بھی داخل ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ھـوٰی کو معبود بناؤ گے تو پھر کوئی حد باقی نہیں رہے گی کیونکہ معبود تک پہنچنے کے لئے رستے میں کوئی قانون حائل نہیں ہو سکتا۔ معبود تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے دوڑو اور اس کی طرف چلے جاؤ۔ تو اس کے آخری نتیجے تک تم پہنچو گے۔ دنیا تمہاری معبود ہو گی تو رستے کے تمام

قوانین، تمام انسانی فطرت کے تقاضے جو تمہیں تہذیب سکھاتے ہیں جو تمہیں بعض مقامات پر رکنے کی تعلیم دیتے ہیں، جو آواز دیتے ہیں کہ اس سے آگے تم نے قدم نہیں رکھنا ہر ایسے موقع پر تمہیں اپنی خواہش کی گردن پر چھری پھیرنی پڑتی ہے۔ تب دنیا میں امن قائم ہوتا ہے۔ اگر خواہش تمہارا معبود بن گئی تو دنیا کی گردن پر چھری پھیرنی پڑے گی، دنیا کے حقوق برباد کرنے پڑیں گے تب تم اپنی خواہش کی پیروی کر سکتے ہو ورنہ یہ طاقت تمہیں نصیب ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ لہو ولعب کے تعلق میں وہ آخری اندھیرا ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے دوسری آیت میں کھول کر بیان فرمایا۔ فرمایا اس کو معبود نہ بنا بیٹھنا۔ اگر یہ معبود بن جائے گا تو ہر بات جس کی تمہاری فطرت میں طلب ہے وہ جائز رستوں پر نہیں رہے گی۔ وہ تمہاری قربانی کے نتیجے میں نہیں بلکہ دنیا کی قربانی کے نتیجے میں زندگی پائے گی، زندگی کا پانی حاصل کرے گی یعنی دوسروں کا خون تمہاری غذا بن جائے گا اور ایسی دنیا بے امن ہو جاتی ہے۔ ایسی دنیا میں ہر طرف ایک لاقانونیت کا دور چلتا ہے۔ ہر سکون چھینا جاتا ہے۔ ہر امن کی پناہ گاہ میں ظالم داخل ہو جاتے ہیں اور ہر گھر میں سند لگ جاتی ہے یعنی ہر گھر میں نقب لگ جاتی ہے اور کوئی گھر، گھر باقی رہتا ہی نہیں ہے۔ یہ آج کا دور جو ہے اس میں لعب ولہو نے بعینہ یہ نقشہ پیدا کر دیا ہے۔

پس قرآن کریم نے جو یہ فرمایا کہ خدا کے سوا اگر کوئی اور معبود ہوتے تو دنیا تباہ و برباد ہو جاتی، فساد برپا ہو جاتا۔ وہ ایک دوسرے کی بادشاہی سے چیزیں لے اڑنے کے لئے کوشش کرتے۔ یہ ایک پہلو سے اس کی تفصیل ہے۔ جب غیر اللہ کی عبادت کرو گے تو سب سے خطرناک عبادت اپنے نفس کی عبادت ہے۔ اپنے نفس کی عبادت کے نتیجے میں جہاں خدا کی ملکیت ہے، جہاں تمہارے ہاتھ روکے گئے ہیں، جہاں تمہارے قدم تھامے گئے ہیں نہ ہاتھ رکیں گے نہ قدم چلنے سے باز آئیں گے۔ اس طرف بڑھیں گے اور وہ جس طرف بڑھیں گے وہ عملاً خدا کی ملکیت ہے مگر عطا اس کے بندوں کو ہوئی ہوتی ہے۔ براہ راست خدا سے نہیں کوئی چھین سکتا کچھ۔ خدا کی تقسیم میں رخنہ ڈالتا ہے۔ جن خدا کے بندوں کو عارضی ملکیت نصیب ہوئی ہے ان کا امن ٹوٹتا ہے اور اس دور میں جیسے شیشے میں تصویر دکھائی دیتی ہے اور شیشہ اس تصویر کو اچھال کر باہر پھینکتا ہے اس طرح سوسائٹی تمہاری تصویر کو اچھال کر تمہارے منہ پر مارے گی۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تم لوگوں کے امن اٹھاؤ، اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے لوگوں کے امن برباد کرو اور تمہارا امن برباد نہ ہو۔ ایسی سوسائٹی میں پھر ہر ایک کا

امن برباد ہو جاتا ہے اور جھوٹے خدا کی عبادت یہاں تک پہنچائے گی اس کے سوا تمہیں کچھ نہیں پہنچا سکتی۔ تو ایسا طبعی منطقی نتیجہ ہے کہ اس سے مفر ہی کوئی نہیں ہے۔ جو چاہو کر لو، جتنی چاہو، دلیلیں تلاش کرو جو نتیجہ قرآن نے نکالا ہے کہ اندھیرے کی پیروی میں ٹھوکریں ہی ٹھوکریں ہیں اور ہلاکت ہی ہلاکت ہے، جتنا آگے بڑھو گے اتنے ہی زیادہ خوفناک نتائج منہ پھاڑے تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے اور تم ان چیزوں کے غلام بن جاؤ گے جن کو اپنا غلام بنانے کے لئے ان کی پیروی شروع کی تھی۔

پس اللہ تعالیٰ ان سب اندھیروں سے ہمیں بچائے اور اس کی مزید تفصیلات کی بھی ضرورت ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو اس مضمون کو روزمرّہ کی انفرادی زندگی میں مزید چسپاں کر کے آپ کو دکھانے کی کوشش کروں گا کہ کن اندھیروں سے بچنا ہے تا کہ خدا کا نور حاصل کرنے کے لئے جگہ تو بنے۔ جس دل کو اندھیروں نے گھیر رکھا ہو، وہاں کوئی جگہ نہ ہو خدا کے نور کے لئے وہاں خدا کا نور نہیں آئے گا کیونکہ وہ اندھیرے سے شکست نہیں کھاتا، خدا کی غیرت اسے واپس کھینچ لیتی ہے۔ پس یہ وہم ہے کہ خدا کا نور اندھیروں سے شکست کھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عزت اور اس کی رفعت اور اس کی غیرت برداشت نہیں کرتی کہ جس دل میں اس کے نور کی طلب نہ رہے وہاں اپنے نور کو زبردستی ٹھونس دے۔ وہ واپس بلاتا ہے اور پردے ڈالتا رہتا ہے کہ تمہیں میں اس نور سے خوب بچاؤں گا جس نور سے تم خود بچنے کی کوشش کر رہے ہو، جس سے تم متنفر ہو چکے ہو۔ پس اللہ تعالیٰ ہمیں اس مضمون کو سمجھنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور عملی زندگی میں جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ یہ محض علمی دلچسپی کی باتیں نہیں ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں، ٹھوس حقائق ہیں جن کے سمجھنے کے نتیجے میں، جن پر عمل کرنے کے نتیجے میں ہماری زندگی بھی تبدیل ہو سکتی ہے اور ہمارے ماحول بھی سدھر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین